WWW.PILDAT.ORG

پلڈاٹ ڈسکشن پیپر

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کے قیام کا خاکہ

سول ملٹری تعلقات | ستمبر 2012

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈیویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپیرینسی

WWW.PILDAT.ORG

پلڈاٹ ڈسکشن پیپر

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کے قیام کا خاکہ

سول ملٹری تعلقات | ستمبر 2012

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

پلڈاٹ ایک ملکی، خودمختار، غیر جانبدار اور بلامنافع بنیادوں پر کام کرنے والا تحقیقی اور تربیتی ادارہ ہے جس کا مقصد پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا استحکام ہے۔

پلڈاٹ، پاکستان کے ایکٹ برائے اندراجِ تنظیم 1860 کے تحت، ایک بلامنافع کام کرنے والے ادارے کے طور پر اندراج شدہ ہے۔

کاپی رائٹ پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپرنسی ۔پلڈاٹ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پاکستان میں طباعت کردہ

اشاعت: ستمبر 2012

آئی ایس بی این: 978-969-558-292-3

اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ، پلڈاٹ کے واضح حوالے کے ساتھ، استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ہیڈ آفس: نمبر 7، 9th ایونیو، F-8/1 اسلام آباد، پاکستان

لاہور آفس: 45-A، سیکٹر XX، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، لاہور، پاکستان

ٹیلیفون: 345-123-111 (51-92+) فیکس: 3078-226 (51-92+)

E-mail: Info@pildat.org; Web: www.pildat.org

مندرجات

پیش لفظ 05
مصنف کے بارے میں 07

ابتدائیہ 09

پاکستانی تناظر 12

سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کی ضرورت 14
۔پاکستانی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کا کردار 14
۔پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک متعارف کرنے کا طریقہ کار 15
۔تھنک ٹینک کا حجم 15
۔ممبران کی مہارت اور تجربہ 15
۔ڈھانچہ 16

دفاع اور قومی سلامتی پر توجہ مرکوز کرنے کی وجہ 17
۔دفاع اور سلامتی میں ترجیحی شعبے 18

سیاسی جماعتوں اور پارلیمانی پارٹیوں کی فیصلہ سازی کے ڈھانچے میں تھنک ٹینک کا کردار 19
۔دنیا کے مستحکم جمہوری ممالک میں سیاسی تھنک ٹینک کی بہترین مثالیں 19
۔تھنک ٹینک پاکستانی سیاسی جماعتوں کو کس طرح مددگار ثابت ہوں گے 19
۔ سیاسی جماعتوں کو فنڈز کی فراہمی میں ریاست کا کردار 20

پیش لفظ

پالیسیوں کی تشکیل اورادارہ جاتی فیصلہ سازی کے لیے سیاسی جماعتوں سے وابستہ تھنک ٹینک یا تحقیقاتی ادارے ان جماعتوں کا ایک لازمی جزو ہیں جو عوام کو اچھی طرزِ حکومت فراہم کرنے میں سنجیدہ ہوں۔ اسی یقین کی بنا پر پلڈاٹ نے نامور دانشور، پاکستان مسلم لیگ کے سیکریٹری جنرل اور سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے دفاع کے چیئرمین سینیٹر مشاہد حسین سید سے پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کی تشکیل کا خاکہ تیار کرنے کی درخواست کی۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ کے فیصلوں میں سے بعض کو غلطیاں اور کچھ کو پاکستان کے لیے نقصان دہ قرار دیتے ہوئے سینیٹر مشاہد حسین سید نے اس پیپر میں یہ نکتہ نظر پیش کیا کہ کیسے تحقیق اور مطالعہ کی مدد سے کی جانے والے ادارہ جاتی فیصلے پاکستانی عوام کے مفاد کی بہترین نمائندگی کرنے اور ملک کی ترقی میں سیاسی جماعتوں کے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

دنیا میں قائم تھنک ٹینکس کا جائزہ لیتے ہوئے کہ یہ کس طرح مختلف ممالک میں فیصلہ سازی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور کیسے دنیا کی مستحکم جمہورتیں تحقیق اور مطالعہ کے اداروں کو حکومتی فنڈز کے ذریعے فروغ دے رہے ہیں سینیٹر مشاہد حسین سید کا ماننا ہے کہ پاکستان میں بھی وقت آ گیا ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے کام میں مدد کے لیے تھنک ٹینکس قائم کرنے میں توانائیاں اور وسائل مختص کریں۔

اگرچہ سینیٹر مشاہد حسین کا تعلق ایک سیاسی جماعت سے ہے لیکن ان کی اصلاحات اور پالیسی تجاویز کسی سیاسی وابستگی سے بالاتر ہیں اور انہیں اسی تناظر میں لیا جانا چاہیے۔ پیپر میں ایک ایماندارانہ تجزیہ کیا گیا ہے کہ کیسے پاکستان اور اس کی نمائندگی کی خواہشمند سیاسی جماعتیں تحقیقاتی اور مطالعاتی اداروں کے قیام سے پالیسی سازی میں مدد لے کر کارکردگی بہتر بنا سکتی ہیں جس کی بنیاد: "واضح، پائیدار اور آزادانہ سوچ کے ماحول میں کسی بھی عمل کی اچھائی برائی پر بھرپور بحث پر رکھی جائے"۔ انہوں نے ان اداروں کے لیے پائیدار جمہوریتوں کی طرز پر قانونی اور شفاف طریقے سے ریاستی فنڈز کی فراہمی کی حمایت کی ہے۔

پاکستان کے شہریوں کی تنظیم پلڈاٹ امید ظاہر کرتی ہے کہ اس پیپر میں دی گئی پالیسی تجاویز اور اصلاحات کا پاکستان کی سیاسی جماعتیں بھرپور سے جائزہ لے کر زیرِ غور اور زیرِ بحث لائیں گی اور ان کی تبدیلیوں کے ساتھ یا بغیر تبدیلی کے منظوری اور توثیق کریں گی خاص طور پر وہ جماعتیں جنہوں نے گزشتہ دہائیوں میں پاکستانی عوام کی پارلیمنٹ میں نمائندگی کی یا حکومت میں رہی ہیں۔

هم سینیٹر مشاہد حسین سید کی دانشمندانہ سوچ اور اس ڈسکشن پیپر میں مرتب کی گئی تجاویز کے لیے وقت نکالنے پر ان کے مشکور ہیں۔

اسلام آباد

ستمبر 2012

مصنف کے بارے میں

سینیٹر مشاہد حسین سید
چیئرمین سینیٹ قائمہ کمیٹی برائے دفاع و دفاعی پیداوار
اسلام آباد، پاکستان مسلم لیگ

21 فروری 2012 کو دوسری مرتبہ بلا مقابلہ سینیٹر منتخب ہونے والے مشاہد حسین سید پاکستان مسلم لیگ کے سیکریٹری جنرل ہیں۔ 4 جون 2012 کو سینیٹر مشاہد حسین سید سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے دفاع و دفاعی پیداوار کے تین سال کے لیے چیئرمین منتخب ہوئے۔

وہ کابینہ ممبر، صحافی، یونیورسٹی استاد اور سیاسی تجزیہ کار رہے ہیں۔ 1982 میں 29 سال کے عمر میں اسلام آباد سے شائع ہونے والے پاکستان کے ایک بڑے انگریزی روزنامے دی مسلم کے کم عمر ترین ایڈیٹر بنے۔ بطور صحافی انہوں نے سول ملٹری تعلقات پر خصوصی طور پر لکھا۔ اس سے قبل انہوں نے پاکستان ایڈمنسٹریٹو سٹاف کالج میں بطور ممبر نئے فارن سروس افسران کو تربیت فراہم کی۔

مشاہد حسین 1997 سے 1999 تک وزیر اطلاعات رہے اور انہوں نے 1993 میں جنیوا میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن میں پاکستانی وفد کی قیادت بھی کی۔ انہیں 12 اکتوبر 1999 کو بغیر کسی الزام کے گرفتار کیا گیا اور 440 دنوں تک قید رکھا گیا جس میں قید تنہائی بھی شامل تھی۔ دنیا کی سب سے بڑی انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسیٹی انٹرنیشنل نے انہیں ضمیر کا قیدی قرار دیا اور سال 2000 میں وہ پہلے پاکستانی تھے جنہیں اس اعزاز سے نوازا گیا۔

دسمبر 1983 میں نئی دہلی میں غیر وابستہ تحریک کے 100 ممالک کی میڈیا کانفرنس میں انہیں شریک چیئرمین منتخب کیا گیا اور 1989 میں وہ پہلے پاکستانی تھے جن کے کالم بھارتی میڈیا میں چھپنے شروع ہوئے وہ باقاعدگی سے ٹائمز آف انڈیا، ہندوستان ٹائمز اور دی ٹیلی گراف میں لکھتے رہے۔ بطور ایڈیٹر دی مسلم انہوں نے پاکستان اور بھارت کے درمیان پہلے ٹریک ٹو مذاکرات اپریل 1984 میں اسلام آباد میں منعقد کرائے۔ ان کے کالم بڑے عالمی اخبارات نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ وغیرہ میں چھپتے رہے۔

مشاہد حسین سید تین کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ 1998 میں قائم ہونے والے تھنک ٹینک اسلام آباد پالیسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے بورڈ آف گورنرز کے ممبر ہیں۔ وہ اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی میں اصلاحات اور تشکیل نو کے لیے قائم ہونے والے 12 رکنی نامور شخصیات کے کمیشن میں پاکستان کی نمائندگی کرتے

ہیں۔ وہ ایک آزادانہ تھنک ٹینک پاک چائنا انسٹیٹیوٹ کے بانی اور چیئرمین ہیں جو دونوں ہمسائیہ ممالک کے تعلقات میں اضافے اور علاقائی تعاون کے فروغ کے لیے کام کر رہا ہے۔

مشاہد حسین سینٹر ک ایشیا پیسفک ڈیموکریٹ انٹرنیشنل کے سیکریٹری جنرل بھی ہیں۔ 27 جنوری 2006 میں انہیں فلپائن کی ایوان نمائندگان نے کانگریشنل میڈل آف اچیومنٹ سے نوازا اور دسمبر 2010 میں کمبوڈیا کی رائل اکیڈمی نے اعزازی ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی۔ 2008 کے صدارتی انتخابات میں وہ پاکستان مسلم لیگ کی جانب سے صدر کے عہدے کے امیدوار تھے۔

وہ گزشتہ دور میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے امور خارجہ، امور کشمیر اور شمالی علاقہ جات کے چیئرمین رہے۔ وہ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے دفاع و دفاعی پیداوار کے ممبر بھی رہے۔ انہوں نے پارلیمانی سب کمیٹی برائے بلوچستان کی سربراہی بھی کی جس کی رپورٹ 2005 میں متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

وہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے فارن آفس انسٹیٹیوٹ، ہاورڈ یونیورسٹی، ایم آئی ٹی، مڈل ایسٹ انسٹیٹیوٹ، یو ایس انسٹیٹیوٹ آف پیس، سٹمسن سینٹر، آکسفورڈ یورنیورسٹی، کیمرج یونیورسٹی اور جارج ٹاون یونیورسٹی سینٹر برائے کرسچین مسلم انڈرسٹینڈنگ میں مہمان لیکچرر بھی رہے۔ 1978 سے مشاہد حسین باقاعدگی سے پاکستان کے نامور فوجی اداروں میں لیکچر دے رہے ہیں ان میں نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی، کمانڈ اینڈ سٹاف کالج، نیول وار کالج، سکول آف ملٹری انٹیلی جنس اور جی ایچ کیو شامل ہیں۔

سینیٹر مشاہد حسین سید نے پلڈاٹ کے لیے ایک خصوصی پیپر لکھا ہے جو پاکستان میں سلامتی کے شعبہ میں پارلیمانی نگرانی کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے اور اس لنک پر دستیاب ہے:

http://www.pildat.org/Publications/publication/CMR/PILDATBPParliamentaryOversightoftheSecuritySectorinPakistanOctober2010.pd October 2010

تعارف: تھنک ٹینکس کا عالمی تناظر

عالمی سطح پر خصوصاً مغربی جمہوریتوں میں تھنک ٹینک فیصلہ سازی، رائے عامہ ہموار کرنے اور پالیسی سازی کا اہم جزو ہیں۔ اس وقت دنیا میں تقریباً 6300 تھنک ٹینک موجود ہیں جن میں امریکا میں تقریباً 900 اور یورپ میں 1800 تھنک ٹینک ہیں اور ان میں آدھے سے زیادہ گزشتہ تیس سال کے دوران یعنی 1980 کے بعد وجود میں آئے۔ ان کا عالمی صورتحال سے براہ راست تعلق ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ نئی طاقتوں کے ابھرنے سے نئی تحقیق ضروری ہوگئی ہے (سرد جنگ کا خاتمہ، یورپ میں کمیونزم کا زوال، سوویت یونین کا ٹوٹنا، نائن الیون کے بعد نئے فوجی اور غیر فوجی خطرات، چین کا عروج، اسلامی بنیاد پرستی کا خوف، معیشت، ماحول اور توانائی وغیرہ پر توجہ شامل ہیں)

عالمی سطح پر تھنک ٹینکوں کو تین حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

i۔ تحقیق پر مبنی، تعلیمی اور عام دلچسپی کے امور پر توجہ مرکوز کرنے والے جن میں موجودہ پالیسی پر عملدرآمد ضروری نہیں ہوتا۔

ii۔ کسی مخصوص ایجنڈے کے تحت کسی مخصوص پالیسی کی حمایت (مثال کے طور پر اسرائیل نواز پالیسی، فوجی اخراجات میں اضافے، یورپی انضمام) یا مخالفت (مثال کے طور پر امریکا میں اسلحہ یا دواز سازی کی لابی کرنے والے۔)

iii۔ کسی جماعت سے وابستہ، مختلف امور پر کسی سیاسی جماعت کے نکتہ نظر کی ترویج کرنے والے۔)

تھنک ٹینک یو این ڈی پی کی تعریف کے مطابق: "یہ عوامی پالیسی سے متعلقہ بعض امور پر باقاعدگی سے تحقیق اور وکالت میں مصروف ادارے ہیں۔ تھنک ٹینک جدید جمہوریت میں علم اور طاقت کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے ہیں"۔

جرمن مصنف ڈاکٹر رونالڈ مینڈرس نے جنوری 2005 میں "کورین ٹائمز" میں شائع ہونے والے مضمون "تھنک ٹینکس اور سیاسی جماعتیں" میں سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کی تین ذمہ داریاں بیان کیں ہیں۔

1۔ وہ اپنی سیاسی جماعت کی قیادت کو پالیسی سازی میں مشاورت فراہم کرتے ہیں۔

2۔ وہ پارٹی ممبران اور عہدے داروں کو تعلیم و تربیت فراہم کرتے ہیں۔

3۔ وہ سیاسی طور پر ہم خیال افراد اور ماہرین کا نیٹ ورک قائم کرتے ہیں۔

اگرچہ 60% تھنک ٹینک یا تو امریکا میں ہیں یا یورپ میں لیکن ان کے حجم، فنڈز اور کردار میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکا کے بڑے 12 تھنک ٹینکس کا 20 ملین ڈالر سے زائد فنڈز کا بجٹ ہے اس کے برعکس یورپ میں بڑے 12 تھنک ٹینکس میں صرف کا بجٹ اس سطح کا ہے۔ مثال کے طور پر امریکا میں بڑے 10 تھنک ٹینکس کے پاس 300 یا اس سے زائد کا سٹاف موجود ہے جبکہ یورپ میں صرف ایک تھنک ٹینک کے پاس اتنا سٹاف ہے۔ تاہم یورپ خصوصاً برطانیہ میں تھنک ٹینک کا تصور بہت پرانا ہے مثال کے طور پر دفاع سے متعلقہ تھنک ٹینک رائل یونائیٹڈ سروس انسٹیٹیوٹ (RUSI) 1831 میں قائم ہوا جبکہ لیبر پارٹی سے منسلک سماجی تھنک ٹینک فیبئن سوسائٹی 1884 میں قائم ہوا۔ امریکا میں تمام تھنک ٹینک بیسویں صدی میں قائم ہوئے اور اس وقت صرف واشنگٹن ڈی سی میں کم از کم 375 تھنک ٹینک موجود ہیں۔

تھنک ٹینک کی روایت ترقی یافتہ دنیا کے دوسرے حصوں میں پہنچ گئی ہے۔ 5 اگست 2011 میں ایک بلاگ پر "آسٹریلین سیاست میں تھنک ٹینک کے اضافے" میں Navelle Miragliotta نے لکھا "عوامی فنڈز سے قائم تھنک ٹینکس کی موجودگی سے آسٹریلین سیاسی جماعتوں کی ساخت سے متعلق معلومات ملتی ہیں۔ جماعتوں کے تھنک ٹینک اور آگاہی کا

وہ اہم کردار ادا کر رہے ہیں جو کبھی سیاسی جماعتیں خود ادا کرتی تھیں"۔

تاہم امریکا میں تھنک ٹینکس کے پھیلاؤ سے یہ ضروری نہیں کہ کسی مسئلہ پر بھرپور، پر تخیل اور عام روش سے ہٹ کر سوچ سامنے آئے۔ ان میں سے بہت سے ڈونرز اور سرپرستوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہیں جیسا کہ رابرٹ سیموئل سن نے یکم اگست 2007 کو واشنگٹن پوسٹ میں اپنے کالم "سوچنے والے تھنک ٹینک بنانا" میں لکھا" تھنک ٹینک ان امور پر عوامی بحث کو آگے بڑھاتے ہیں جن پر سیاستدان خود کچھ کہہ نہیں سکتے لیکن واشنگٹن میں تھنک ٹینکس نے یہ کردار چھوڑ دیا ہے"۔

ان کے وکالت یا لابی کرنے کے کردار سے متعلق باب بارٹن نے 2005 میں سینٹر اینڈ میڈیا فار ڈیموکریسی کے تحت چھپنے والے پی آر واچ کے والیم 12 میں لکھا:

"تھنک ٹینکس عقلی طور پر جنگی ٹینکس کے برابر ہوتے ہیں جو رفتار، دفاعی ہتھیاروں اور جارحانہ طریقے سے مخالف قوتوں پر قابو پاتے ہیں۔ قدامت پسند تھنک ٹینکس قدامت پسند تبصرہ کاروں کے ساتھ مل کر اپنے سیاستدانوں اور حکام کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں"۔ انہوں نے ہیرٹج فاؤنڈیشن کے سابق ڈپٹی سربراہ کی تھنک ٹینک کا بھی ذکر کیا جنہوں نے تھنک ٹینک کو کچھ یوں بیان کیا "قدامت پسند انقلاب کے حیران کن دستے"۔

مغرب کے امریکا اور یورپ دونوں میں نظریاتی اور سیاسی میلان رکھنے والے تھنک ٹینکس کو دو مختلف سٹڈیز میں عمدہ طور پر بیان کیا گیا۔ ستمبر 2009 میں پنسلووینا یونیورسٹی کے ڈاکٹر جیمز جی میک گین نے 107 صفحوں پر مشتمل سٹڈی "ریجنل اینڈ ٹرانسلینٹک ٹرینڈز (Regional and Transatlantic Trends) میں امریکی تھنک ٹینکس کو ان کی سیاسی وابستگی کے اعتبار سے ترتیب دیا اور انہیں وسطی بائیں بازو کے، ترقی پسند، وسطی، وسطی دائیں بازو کے، قدامت پسند اور آزاد خیال میں تقسیم کیا۔ اس جامع تحقیق میں بیسویں صدی میں تھنک ٹینکس کی ترویج اور پھیلاؤ پر بھی ایک تفصیلی باب شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امریکا اور یورپ کی مختلف سیاسی ثقافتوں کا بھی عمدہ موازنہ پیش کیا گیا جو تھنک ٹینکس کے کام کرنے کے طریقہ کار کو بھی بیان کرتا ہے۔

دی ٹیلی گراف میں ٹونی ہل اور کرسٹوفر ہوپ کے ایک آرٹیکل "برطانیہ کے 12 ٹاپ تھنک ٹینک" (24 جنوری 2008) میں برطانوی تھنک ٹیکس کی نظریاتی اور سیاسی ترجیحات کی نشاندہی کی گئی اور انہیں محض دائیں یا بائیں بازو میں تقسیم کیا گیا۔

ایک اور مفید 43 صفحات کی تحقیق جرمنی کی ہیڈل برگ یونیورسٹی کے ڈاکٹر مارٹن تھنرٹ کی" تھنک ٹینک کی تنظیم اور ڈھانچہ" ہے جس میں برطانیہ/امریکا، براعظم یورپ اور ایشیاء کے مختلف ماڈلز پر بحث کی گئی۔ انہوں نے کامیاب تھنک ٹینک کے لیے مندرجہ ذیل اہم خدوخال بیان کیے ہیں۔

i۔ بغیر سست پڑے سخت تجزیہ کاری کی صلاحیت
ii۔ پیچیدہ تجاویز کو بہتر طریقے سے پہنچانا
iii۔ روزمرہ کے سیاسی تنازعات سے بچنا
iv۔ متقابل مارکیٹ میں پالیسی تجاویز میں کردار
v۔ بہترین ماہرین کی خدمات جن کے پاس گفتگو کی عمدہ صلاحیت ہو
vi۔ تھنک ٹینکس کو دیگر تنظیموں سے مختلف طریقے سے چلانا

تھنک ٹینک کی دنیا کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے لیے تھنک ٹینک واچ نامی بلاگ کا مطالعہ ناگزیر ہے جس نے تھنک ٹینک کی ڈائریکٹری مرتب کی ہوئی ہے اس میں لازمی ریڈنگ اور تھنک ٹینک سرچ کے سیکشن مختلف انواع کے اداروں کی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ واشنگٹن پوسٹ شائد معدوے اکا دکا اخبارات میں سے ہے جس میں تھنک ٹاؤن نام کا بلاگ ہے اس میں 13 مختلف تھنک ٹینکس سے متعلق تحریریں اور تجزیئے موجود ہیں۔

پاکستانی تناظر

پاکستانی سیاست زیادہ تر سیاسی جماعتوں کے نظریے اور شناخت اور سیاسی قائدین کی شخصیات کے زیر اثر رہی ہے۔اس کے ساتھ مرکزی اور علاقائی سیاسی جماعتوں کی پالیسیوں میں واضح فرق ہے۔ ہر سیاسی جماعت میں تھنک ٹینک کے قیام سے انہیں تحقیق اور تجزیہ کی بنیاد پر عوامی پالیسی کے لیے تجاویز تیار کرنے کی ذمہ داری دے کر نہ صرف سیاسی جماعتیں خود مضبوط ہوں گی بلکہ ملک کو عمومی طور پر پالیسی کی بنیاد پر سیاست پر گامزن کریں گی۔

پاکستان کے معاملے میں سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کا قیام ان ثقافتی عوامل کی وجہ سے بھی ضروری ہے جو باخبر، بہترین سوجھ بوجھ کے ساتھ فیصلہ سازی اور گڈ گورننس میں رکاوٹ رہے ہیں۔

قابل افسوس بات یہ ہے کہ پاکستان میں بحث اور تبادلہ خیال اور مشاورت اور اتفاق رائے سے فیصلہ سازی کا ماحول نہیں ہے۔اس لیے دونوں سویلین اور فوجی حکمرانوں نے بعض اوقات خفیہ اور یکطرفہ فیصلے کیے جن کی بنیاد کبھی سازش یا بے غرضی، کبھی کوئی وہم، کبھی افواہ، کبھی سنی سنائی بات اور کسی سازشی محرک پر ہوتی ہے۔ پھر کچھ ناقص مفروضات ہوتے ہیں جن کے نتائج کے بارے میں زیادہ غور نہیں کیا جاتا۔

حکمراں مغل ذہنیت کے باعث اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں اس لیے جو کچھ وہ کرتے ہیں یا کہتے ہیں وہ ریاست یا جماعت کی پالیسی بن جاتی ہے۔ جب فیصلے جلد بازی میں بغیر کسی دلیل کے صرف اس لیے کیے جائیں کیونکہ باس نے ایسا کرنے کو کہا تھا تو معاملات بہتر نہیں ہو سکتے۔

ادارہ جاتی فیصلہ سازی کا نہ ہونا غلط فیصلوں کی اگر واحد نہیں تو سب سے بڑی وجہ ضرور ہے جن کے بھیانک نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔ کچھ اہم فیصلوں کی مثال لیں جو مختلف اوقات میں سویلین منتخب رہنماؤں اور فوجی حکمرانوں کے ایسے ماحول میں جہاں آزادانہ طریقے سے میں کسی عمل کی اچھائی یا برائی پر غور کے لیے پائیدار اور بھرپور بحث کی کمی تھی اور اس کے باعث بھیانک نتائج برآمد ہوئے۔

i۔ اگست 1965 میں آپریشن جبرالٹر شروع کرنے کا فیصلہ جب مقبوضہ کشمیر میں باقاعدہ آرمی بھیجی گئی تا کہ وہاں جدوجہد شروع کی جا سکے اور یہ تصور کیا گیا کہ بھارتی فوج کا ردعمل لائن آف کنٹرول تک محدود رہے گا۔ یہ فیصلہ پاکستان آرمی کے 12 ڈویژن کے مری میں واقع آفیسرز میس کے ٹھنڈے ماحول میں 5 فوجیوں اور سویلین افراد نے لیا۔

ii۔ تقریبا چوتھائی صدی بعد پاکستان آرمی کی اعلیٰ قیادت نے تقریبا وہی غلطی دہرائی جب 1999 کی گرمیوں میں کارگل میں وہی غلط مفروضہ قائم کیا گیا۔1965 کی طرح اس اہم فیصلے میں صرف پاکستان آرمی کے 5 جنرل شامل تھے۔

iii۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا مارچ 1973 کو بلوچستان کی منتخب حکومت کو برطرف کرنے کا فیصلہ (بغیر کسی باقاعدہ مشاورت کے کیا گیا)۔ بلوچستان کی حکومت اپوزیشن جماعتوں پر مشتمل تھی اس فیصلے کے جمہوریت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے اور اس کے نتیجے میں پاکستان کی سیاست بھٹو حامی اور مخالفت کیمپوں میں بٹ گئی اور یہ تقسیم قریبا چوتھائی صدی تک برقرار رہی۔

iv۔ وزیراعظم نواز شریف کا ایٹمی دھماکوں کے فورا بعد غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹ منجمد کرنے کا فیصلہ (یہ فیصلہ چار افراد نے خفیہ طور پر کیا) جس سے عوام بالخصوص مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچی۔

v۔ مسلح افواج کے سربراہان کی تعیناتی کے فیصلے جو کہ پیشہ وارانہ طریقے کے بجائے ذاتی پسند ناپسند اور وفاداری کو مدنظر رکھ کر

کیے جاتے رہے اوران کے برے نتائج برآمد ہوئے۔ بھٹو کے 1976 میں ضیاءالحق کو اور نواز شریف کے 1998 کو پرویز مشرف کو چیف آف آرمی سٹاف لگانے کے فیصلے سیاسی طور پر مہنگے ثابت ہوئے۔ دونوں کو ذاتی وفاداری کی بنیاد پر سینئر افسران پر ترجیح دی گئی۔ دونوں فیصلوں میں بڑے پیمانے پر مشاورت نہیں کی گئی اور دونوں رہنماوں نے محسوس کیا کہ یہ آرمی چیف وفادار رہیں گے اور غلط مفروضہ قائم کیا کہ یہ افسران میں سے کمزور ہیں اور وہ آرمی کے بنیادی ڈسپلن کلچر کو بھول گئے جس میں چاہے کوئی بھی چیف ہو اس کی پیروی کی جاتی ہے

جیسا کہ ان نقصان دہ فیصلوں سے پتا چلتا ہے کہ فیصلہ سازی سے پہلے بحث و مباحثہ کی روایت سیاسی اور فوجی قیادت کے اعلی سطحوں پر موجود ہی نہیں ہے

بغیر مشاورت کے غلط فیصلوں سے جڑے رہنا بھی پاکستانی اعلیٰ قیادت کی ایک اور بری روایت ہے کہ کبھی اس بات کا جائزہ ہی نہیں لیا گیا کہ ماضی میں لیا گیا فیصلہ صحیح تھا یا غلط اور اسی سے ملتا ایک عنصر یہ بھی ہے کہ فیصلہ یا تو لیا ہی نہیں جاتا یا لینے سے گریز کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سمت کا تعین نہیں ہوتا اور صرف ردعمل میں فیصلہ کیا جاتا ہے سنجیدہ سوچ بچار نہ ہونے کے باعث مسائل حل نہیں کیے جاتے اور وہ بڑھتے جاتے ہیں اس سلسلے کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

i۔ گزشتہ 30 سالوں سے کالا باغ ڈیم کی تعمیر پر اتفاق رائے پیدا کرنے میں ناکامی سے کسی متبادل ڈیم کی تعمیر کی گئی نہ ہی کوئی قابل عمل توانائی کی پالیسی مرتب کی گئی اور نہ ہی کسی متبادل ذریعے جیسے تھر کول یا ہوا کے ذریعے بجلی پیدا کرنے پر پیش رفت کی گئی۔

ii۔ 9/11 کو ایک دہائی گزرنے کے باوجود فاٹا میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیسیوں کا جائزہ یا نظر ثانی نہیں کیا گئی اور کوئی متبادل رائے قائم نہیں کی جا سکی کیونکہ اس سلسلے میں حکومت یا آرمی کے اندر کوئی سنجیدہ سٹرٹیجک مباحثہ یا پالیسی پر بحث نہیں کی گئی۔

iii۔ افغانستان میں اسٹرٹیجک گہرائی کی بات کبھی بامعنی پالیسی میں تبدیل نہیں ہو سکی اور 1980 کا افغان جہاد کا مفروضہ غلط ثابت ہوا۔ افغانستان میں پاکستان کے مغربی اتحادیوں نے پاکستان کو دھوکا دیا اور اس وقت کے سوویت یونین سے ڈیل کر لی اور ریڈ آرمی نے شکست قبول کر کے افغانستان سے نکلنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ 1982 سے 1987 تک پاکستان کی پالیسی ایک نکتے کے گرد تھی کہ سوویت یونین افغانستان سے نکلنے کا ٹائم فریم دے جبکہ سوویت یونین کا اصرار تھا کہ پہلے کابل میں عارضی حکومت تشکیل دی جائے تاکہ ریڈ آرمی کے نکلنے سے خلاء پیدا نہ ہو جائے۔ جب ماسکو نے 1987 میں گورباچوف اور ریگن کے درمیان خفیہ ڈیل کے بعد اچانک نکلنے کا فیصلہ کیا تو پاکستان ششدر رہ گیا اور فوری یو ٹرن لینے پر مجبور ہو گیا اب ماسکو کی جگہ پاکستان اصرار کرنے لگا کہ انخلاء سے پہلے کابل میں عارضی حکومت قائم کی جائے۔

اس غلط فیصلوں کی فہرست دینے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک ضروری ہیں تاکہ مشترکہ سوچ اور ادارہ جاتی فیصلہ سازی کے طریقہ کار سے بہتر فیصلہ کرنے میں مدد ملے اور بغیر سنجیدہ مشاورت سے کیے جانے والے فیصلوں سے ہونے والے نقصانات سے جماعتوں اور ملک کو بچایا جا سکے۔

سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کی ضرورت

دنیا کی پائیدار جمہورتوں میں تھنک ٹینک نے ایسے آئیڈیا بنک کی حیثیت سے انتہائی اہمیت حاصل کرلی ہے جہاں مختلف امور پر متعلقہ شعبے کے ماہرین کی مدد سے پالیسی تشکیل دی جا سکے۔ان کی ساخت اور کردار مختلف ممالک میں ان کے اپنے سیاسی ڈھانچہ کے مطابق فرق ہوسکتی ہے۔

امریکا اور برطانیہ میں تھنک ٹینک بڑی حد تک سیاسی جماعتوں سے آزاد ہیں اگرچہ نظریاتی طور پر ان کا جھکاؤ کسی ایک طرف ہوسکتا ہے (قدامت پسند، آزاد خیال وغیرہ)۔ان اداروں میں دانشور پالیسی تجاویز مرتب کرتے ہیں جو کہ بعد سیاسی جماعتیں اپنا سکتی ہیں۔امریکا میں حکومتی پالیسی پر اثر انداز ہونے والے زیادہ تر تھنک ٹینک دفاع اور سلامتی کے امور سے متعلق ہیں جبکہ کچھ کی توجہ معیشت اور سماجی شعبے پر مرکوز ہے۔

دوسری طرف کچھ سیاسی جماعتوں جیسا کہ بھارت کی کانگرس پارٹی کے اپنے تھنک ٹینک ہیں جو انہیں کے لیے کام کرتے ہیں۔راہول گاندھی نے کانگرس میں Look into Future Challenges نامی گروپ تشکیل دیا جو کہ کانگرس کو پارٹی کے اندر اصلاحات پر مشاورت دیتا ہے یہ کام کسی جماعت سے وابستہ نہ ہونے والا تھنک ٹینک نہیں کرے گا۔

ترکی میں وزیر اعظم طیب اردوان کی اے کے پارٹی کی ایک دہائی کی اچھی طرز حکومت کے بعد ترکش ایشین سینٹر فار سٹرٹیجک سٹڈیز (TASAM) جیسے تھنک ٹینک ترکی کی نئی خارجہ پالیسی کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔

تاہم امریکی تھنک ٹینک ثقافت کے دو عناصر انہیں باقی دنیا سے الگ اور منفرد بناتے ہیں جس کا اکنامسٹ نے اپنے آرٹیکل (Not for Sale 20 جنوری 2011) میں اچھی طرح خلاصہ کیا اس میں بیان کیا گیا کہ

امریکا کی وفاقی حکومت میں لابنگ کرنے کے لیے خرچ ہونے والی رقم 1998 میں 1.4 ارب ڈالر سے بڑھ کر 2009 میں 3.5 ارب ڈالر تک پہنچ گئی اور ڈونرا کثر تھنک ٹینکس کو کسی مخصوص معاملے پر مخصوص نکتہ نظر کی ترویج کے لیے فنڈز فراہم کرتے ہیں۔

اور پھر جیسا کہ اکنامسٹ نے کہا کہ انتظامیہ اور تھنک ٹینکس کے درمیان گھومتے دروازے جیسے تعلقات ہیں۔اسی لیے امریکی تھنک ٹینک دیگر ممالک کی نسبت زیادہ موثر ہیں۔تھنک ٹینکس نے مارشل پلان پر عمل درآمد اور عراق کی جنگ شروع کرنے میں مدد دی۔جیسا کہ نیویارک ٹائمز کے بااثر کالم نگار تھامس فریڈمن نے 3 اپریل 2003 کو عراق پر حملے کے بعد عراقی اخبار ہاریٹز کو بتایا کہ " میں آپ کو 25 افراد کے نام بتا سکتا ہوں (تمام وائیٹ ہاوس سے 5 بلاک کے دائرے میں رہتے ہیں) جنہیں اگر ڈیڑھ سال پہلے دور دراز جزیرے میں جلاوطن کر دیا جاتا تو عراق کی جنگ نہ ہوتی"۔ان 25 غیر منتخب افراد میں سے زیادہ تر نے تھنک ٹینکس اور میڈیا کے ذریعے اپنے نکتہ نظر کو پھیلایا اور یہ عراق جنگ جیسے اہم معاملے پر منتخب کانگرس سے زیادہ بااثر ثابت ہوئے۔

اکنامسٹ نے مزید کہا کہ امریکی تھنک ٹینکس کو بہت زیادہ فنڈنگ ملتی ہے بروکنگس انسٹیٹیوشن کا سالانہ 80 ملین ڈالر کا بجٹ ہے جو کہ اس کے برابر کے برطانوی تھنک ٹینک ڈیموس کے بجٹ سے 25 گنا زیادہ ہے۔اس لیے اکنامسٹ نے واضح کیا کہ امریکی تھنک ٹینک حکومت سے بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ان پر حکومتی پالیسی بنانے کا الزام لگتا ہے اور یہ اپنے تصورات کی ترویج کرتے ہیں اور انہیں پالیسی میں تبدیل کراتے ہیں اور اکنامسٹ کے الفاظ میں یہ حکمران طبقے کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینکس کا کردار

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینکس کا بنیادی کردار یہ ہونا چاہیے:

1۔ پارٹی قیادت کومختلف امور پر معلومات فراہم کرنا تاکہ پارٹی کا پیغام یا موقف ایک مربوط اور یکساں طریقے سے پھیلایا جائے یہ قومی پالیسی کے مختلف امور پر تحقیق اور بریفنگ پیپرز کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔

2۔ اہم امور پر پالیسی کی منصوبہ بندی کرنا اور عوام کے مطالبات کے مطابق پالیسی بنانا۔

3۔ پارٹی کے لیے انتخابی حکمت عملی مرتب کرنا، مختلف حلقوں کے امیدواروں کے انتخاب میں مدد اور قومی، صوبائی اور مقامی سطح پر باقاعدگی سے عوامی رائے جاننے کے لیے سروے کرانا تاکہ عوامی اہمیت کے امور پر عوام کی رائے جانی جاسکے۔

4۔ پارلیمانی پارٹی کو وقفہ سوالات کے لیے سوالات کی تیاری، کرانا قانون سازی، تحریک التواء اور تقاریر کے نکات کی تیاری میں مدد دینا اور اراکین پارلیمنٹ کے لیے تحقیق کرنا۔

5۔ میڈیا خصوصاً سوشل میڈیا تک رسائی میں مدد اور دیگر تھنک ٹینک، این جی اوز اور شہری تنظیموں کے ساتھ روابط قائم کرنا تاکہ مختلف امور میں ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک متعارف کرانے کا طریقہ کار

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک قائم کرنے کے لیے کئی عملی اقدامات کرنے ہوں گے اور ان کو انتظامی طور پر موثر بنانا ہوگا ان اقدامات میں کچھ یہ ہیں:

تھنک ٹینک کا حجم

یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ تھنک ٹینک کا حجم پارٹی کے پارلیمنٹ میں نشستوں اور اس کے حاصل کردہ ووٹوں کے تناسب ہونا چاہیے۔ اس سے دو مقاصد حاصل ہوں گے ایک تو وسائل کے ضیاع کو روکنے میں مدد ملے گی اگر اس کو پارلیمنٹ میں پارٹی کی طاقت کے مطابق رکھ جائے گا دوسرا یہ پارٹی کی ملک میں مجموعی طور پر قوت مطابق ہو۔ اس لیے تھنک ٹینک میں کل وقتی ملازمین کی تعداد کا تعین اس جماعت کے ووٹ بنک، پارلیمانی طاقت اور قومی سیاست میں کردار کے تناسب سے ہونا چاہیے۔

تھنک ٹینک کے ممبران کی مہارت اور تجربہ

عوامی پالیسی کے تین اہم شعبوں میں ماہرین تھنک ٹینک کے لیے ضروری ہیں۔

i۔ میڈیا

ii۔ انتخابات کا انتظام

iii۔ معیشت، توانائی، تعلیم، ماحول، صحت، غربت کے خاتمے، سماجی مسائل، صوبائی خودمختاری، انصاف کی فراہمی اور قانون کی حکمرانی، امور خارجہ، دفاع، انسداد دہشت گردی وانتہا پسندی اور قومی سلامتی کے امور پر پالیسی سازی

اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ پاکستان میں قانونی امور انگریزی میں نمٹائے جاتے ہیں اور حکومتی جماعت کا بیوروکریسی سے بھی تمام ابلاغ اسی زبان میں ہوگا۔ سیاسی جماعت کے تھنک ٹینک کو دانشور بھی اسی تعلیمی میرٹ کو مدنظر رکھ کر بھرتی کرنے ہوں گے۔

کم از کم ان کی تعلیمی قابلیت ماسٹر ڈگری ہونی چاہیے جن کی مدد کے لیے قابل اسسٹنٹ اور انٹرنی ہونے چاہیں۔ مزید یہ کہ اگر ممبران کے پاس قانون، ترقیاتی شعبے، حکومت، صحافت، ڈپلومیسی، دفاع جیسے شعبوں کا پیشہ وارانہ تجربہ ہو تو یہ بہت مفید ہوگا۔ ایسی پیشہ وارانہ تربیت انہیں دستاویز، رپورٹس، بریفنگ اور مطلوبہ میمو وغیرہ کی تیاری میں مدد دے گی۔

ڈھانچہ

تھنک ٹینک کا ڈھانچہ دانشوروں اور پیشہ وروں پر مشتمل ہو جو کم از کم ابتدائی طور پر ایک انچارج کے ماتحت ہو اس کے انتظامی شعبہ کے علاوہ اس کے چار شعبے ہونے چاہیں۔

1۔ **تحقیق**: جماعت مخصوص امور پر تحقیق، عوامی رائے پر مبنی سروے اور حلقوں کے رجحانات کو جانچنے کے لیے باہر سے تحقیقات کرا سکتی ہے۔

2۔ **دستاویزات**: جہاں جماعت اپنی دستاویزات کو رکھ سکتی ہے (جو تحقیق سے حاصل کیے گئے ہوں) جیسے ادارہ جاتی دستاویزات، پارٹی پمفلٹ، بریف، ممبران کی فہرست، دیگر سیاسی جماعتوں سے رابطے اور جماعت کے اندر مذاکرات جیسے ویب سائیٹ کے ذریعے فیڈ بیک حاصل کرنا یا ممبران کی رائے وغیرہ۔

3۔ **میڈیا**: جس کے ذریعے جماعت پرنٹ، الیکٹرانک اور انٹرنیٹ خصوصاً سوشل میڈیا کے ذریعے پیغامات پہنچا سکے۔ کئی اہم سیاسی جماعتوں نے پہلے ہی سے عوام تک رسائی کے لیے اپنے میڈیا سینٹر قائم کر رکھے ہیں۔ اس کو مزید پھیلایا جانا چاہیے اور مجوزہ تھنک ٹینک کے ذریعے گائیڈ کیا جانا چاہیے۔

4۔ **تربیت/ سیاسی تعلیم**: جماعت کے کارکنوں، رہنماؤں، امیدواروں اور اراکین پارلیمنٹ کو باقاعدگی سے بریفنگ سیشن کے ذریعے تربیت اور سیاسی تعلیم فراہم کی جائے۔

دفاع اور قومی سلامتی پر توجہ مرکوز کرنے کی وجہ

ہمارے خطے میں 1979 کے واقعات کے بعد (افغانستان پر روس کی چڑھائی اور پاکستان کے تعاون سے مغربی دنیا کا ردعمل) پاکستان طوفانوں کی زد میں ہے خارجہ پالیسی اور قومی سلامتی کے امور نہ صرف زیر بحث آتے رہے ہیں بلکہ بعض اوقات داخلی سیاست اور پالیسیوں کی سمت بھی متعین کرتے نظر آتے ہیں۔ دفاع اور قومی سلامتی کے امور پر فیصلے اور اختلافات بعض اوقات پاکستان میں حکومت کی تبدیلی تک کا باعث بنے۔ جیسا کہ 1971 (مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن)، 1977 (امریکا نیوکلیئر پروگرام کی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ہوگیا، اگرچہ ان کی تنزلی کی مضبوط داخلی وجوہات بھی تھیں) 1988، (ضیاء کا جونیجو حکومت کا برطرف کرنا، جس کی بڑی وجہ افغانستان پر جنیوا معاہدے پر دستخط پر اختلاف تھا) اور 1999 (کارگل بحران فوجی مداخلت کی بنیاد بنا)۔

اس تاریخی پس منظر اور اکیسویں صدی میں پاکستانی سیاست میں تین نئی حقیقتوں کے ابھرنے سے، پاکستانی سیاسی جماعتوں میں دفاع اور قومی سلامتی پر پالیسی تھنک ٹینک اور زیادہ ضروری ہوگیا ہے۔

پہلا، پاکستان طاقت کے کئی مراکز کے ابھرنے کے باعث تبدیل ہو رہا ہے اور یہ ون ونڈو آپریشن نہیں رہا جب دفاع وقومی سلامتی سمیت مختلف امور پر فیصلے ایک فرد یا ادارہ کرتا تھا۔ ان کئی طاقت کے مراکز میں فوجی سیکورٹی اسٹیبلشمنٹ، سیاسی اسٹیبلشمنٹ، آزاد عدلیہ، آزاد میڈیا اور سرگرم عمل سول سوسائٹی شامل ہیں۔

دوسرا، دفاع وقومی سلامتی امور اب ممنوعہ علاقہ یا مقدس گائے نہیں رہے جن پر بات تک نہیں ہوسکتی تھی۔ سول ملٹری تعلقات زیادہ متوازن ہوتے جا رہے ہیں جس میں باہمی عدم اعتماد کم ہو رہا ہے اور باہمی انحصار بڑھ رہا ہے۔ درحقیقت 2009، میں سوات میں پاکستان آرمی کے کامیاب آپریشن کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ سیاسی قوتوں نے اتفاق رائے سے لڑنے والی فوج کو اپنی حمایت اور یکجہتی سے ایک طرح کا تحفظ فراہم کیا اور یہی عمل 2011 میں دہرایا گیا جب پنٹاگون کے دھمکی آمیز بیانات کے بعد حکومت نے ایمرجنسی آل پارٹیز کانفرنس بلائی جس میں مسلح افواج کو غیر مشروط سیاسی حمایت فراہم کی اور سلالہ کے واقعہ کے بعد بھی نومبر 2011 میں سیاسی قوتیں اور مسلح افواج اس مسئلہ سے نمٹنے کے لیے یکساں موقف رکھتی تھیں۔

تیسرا، پارلیمنٹ اب دفاع وقومی سلامتی کے امور میں اہم سیاسی کھلاڑی بن کر ابھری ہے۔ مثال کے طور پر پارلیمانی کمیٹی برائے قومی سلامتی کو حکومت نے مسلح افواج کی مکمل حمایت کے ساتھ امریکا اور افغانستان میں نیٹو افواج کے ساتھ تعلقات سے متعلق تجاویز مرتب کرنے کا کہا جو بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری کے بعد ریاست کی پالیسی قرار پائیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ پارلیمنٹ دفاع اور قومی سلامتی کے امور میں ایسا کردار ادا کیا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے دفاع عوامی ساعتوں اور سرکاری بریفنگس کی منصوبہ بندی کر رہی ہے جو بعد میں سالانہ دفاعی پالیسی حکمت عملی کی دستاویز بنے گی جس میں اراکین پارلیمنٹ کی جانب سے تجاویز اور سفارشات ہوں گی کہ کس طرح قومی دفاع کے خدوخال کی بہتر تشکیل نو کی جاسکتی ہے۔

اگر یہ عوامی بحث اور پارلیمانی رائے ماضی میں بھی حاصل کی جاتیں تو دفاع اور قومی سلامتی کے امور میں ہونے والے کچھ بڑی پالیسی غلطیوں سے بچا جاسکتا تھا۔ اس سلسلے میں کچھ اہم مثالیں درج ذیل ہیں:

i۔ پاکستان منصوبہ سازوں نے ہمیشہ تصور کیا کہ مشرقی پاکستان کا دفاع پنجاب کے میدانوں میں ہوگا اور یہ مفروضہ 1965 کی جنگ میں بری طرح پٹ گیا اور یہ حقیقت میں یہیں پر بنگلہ دیش کی الگ ریاست کے قیام کی بنیاد پڑی۔ 1965 میں صرف ایک ڈویژن فوج کے ساتھ مشرقی پاکستان کو بالکل غیر محفوظ چھوڑ دیا گیا لیکن چین کی مدد کسی بھارتی ایکشن کو روکنے کا سبب بنی۔

ii۔ افغانستان پر پاکستانی پالیسی سازوں نے تین دفعہ غلطی دہرائی اور ایسے ملک میں سٹریٹیجک گہرائی حاصل کرنا چاہی جس نے 1980 کی دہائی میں روس اور امریکی کے ارادوں کو ناکام بنا کر ثابت کیا کہ وہ غیر ملکی جارحیت کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں اور اس پر قبضہ بہت مشکل ہے۔ پھر بھی روس کی ریڈ آرمی کے انخلاء کے بعد 1989 میں جلال آباد آپریشن کے ذریعے اکیلے قبضے کی کوشش کی گئی۔

iii۔ پھر وہ غلط اندازے جیسا کہ پہلے تبادلہ خیال کیا گیا جو 1965 کے آپریشن جبرالٹر اور 1999 کے کارگل ایڈونچر کی ناکامی کا سبب تھے۔

iv۔ 9/11 کے بعد امریکا سے ایک دہائی کے تعاون کے بعد بھی قابل عمل انسداد دہشت گردی حکمت عملی تیار نہیں کیا جا سکی۔ اس کی چند مثالیں سری لنکا کرکٹ ٹیم پر حملے، جی ایچ کیو پر چڑھائی، مہران نیول بیس، کامرہ ائربیس اور اسامہ بن لادن کے خلاف ایبٹ آباد آپریشن کے دوران امریکا کی پاکستان کی سالمیت اور خود مختاری کی کامیابی سے خلاف ورزی ہیں جس میں نہ تو پاکستان اسامہ بن لادن کا سراغ لگا سکا اور نہ امریکا کو اپنی سرزمین میں داخل ہونے سے روک سکا۔

v۔ نیوکلیئر جیسے اہم ایشو پر پاکستان کے بدلتے ہوئے موقف، پہلے 2005 میں امریکا بھارت کی نیوکلیئر ڈیل کی مخالفت نہ کرنا جو کہ امریکا کے اپنے قوانین اور این پی ٹی کی خلاف ورزی تھی پھر 2008 میں ویانا میں آئی اے ای اے میں اچانک مخالفت واپس لے لی گئی۔

دفاع وسلامتی کے امور پر تھنک ٹینکس کے لیے ترجیحی امور

کسی بھی سیاسی تھنک ٹینک کے لیے دفاع اور سلامتی کے امور پر ترجیحی پہلو درج ذیل ہیں:

1۔ دفاعی حکمت عملی میں اہم سویلین عناصر کو شامل کرنا جو کہ اب محض فوجی عناصر جیسے ٹینک، ایف 16، آبدوزیں، ایٹمی ہتھیاروں، میزائلوں وغیرہ تک محدود نہیں بلکہ اس میں پارلیمنٹ، سیاسی جماعتوں، قانون کی حکمرانی، صوبائی خود مختاری، تعلیم، معیشت اور توانائی جیسے عناصر کو شامل کر کے قومی دفاع میں یکجا کر کے مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔

2۔ قومی دفاع کو نئے ابھرنے والے غیر روایتی خطرات کا ادراک کرنا ہوگا اور ان نئے خطرات جیسے ماحولیاتی تبدیلیوں، سائبر جنگ، پاکستان مخالف پروپیگنڈا، بری گورننس اور کرپشن، فرقہ وارانہ دہشت گردی، کمزور معیشت، توانائی کی کمی اور تعلیمی معیار کے گرنے سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنا ہوگی۔

3۔ انسداد دہشت گردی کی حکمت عملی کی عدم موجودگی کیونکہ جینے کا حق سب سے بنیادی انسانی حقوق اور ریاست کی پہلی ذمہ داری عوام کی زندگی اور آزادی کا تحفظ ہے۔ اس وقت لگتا ایسے ہے کہ دہشت گرد جب چاہیں، جہاں چاہیں اور جس جگہ چاہیں حملہ کر سکتے ہیں حکومت بے بسی سے دیکھتی رہ جاتی ہے کیونکہ کوئی قابل عمل انسداد دہشت گرد حکمت عملی نہیں ہے اور نیشنل کاؤنٹر ٹیررازم اتھارٹی (NACTA) جس کا بڑے جوش وخروش سے 2009 کو اعلان کیا گیا تھا ابھی نومولود بچے کی طرح ہی ہے۔

4۔ دفاعی خریداری خاص طور پر تینوں مسلح افواج کے لیے مہنگے سامان کی خریداری، پاکستان کی مجموعی دفاع وقومی سلامتی کی حکمت عملی سے منسلک ہے اس لیے یہ عمل شفاف اور ملکی دفاعی ضروریات کے مطابق ہونا چاہیے۔ اب جبکہ دفاعی بجٹ مقدس گائے نہیں رہا اور اس کے بڑے خدوخال پارلیمنٹ میں زیر بحث آتے ہیں نئے اور مہنگے ہتھیاروں کی خریداری کو بھی جمہوری روایات کے مطابق شفافیت اور احتساب کے عمل سے گزرنا چاہیے۔

سیاسی جماعتوں اوران کی پارلیمانی پارٹی میں فیصلہ سازی کے ڈھانچے میں تھنک ٹینک کا کردار

سیاسی جماعتوں کے اپنے تھنک ٹینک ہونے کا سب سے بڑا فائدہ جیسا کہ نامور پولیٹکل سائنٹسٹ ڈاکٹر محمد وسیم نے بیان کیا" مختلف ریاستی اداروں جیسے عدلیہ ، انتظامیہ اورسیکورٹی اداروں کی جامع اور ادارہ جاتی رائے اورعوامی رائے عامہ،میڈیااورسیاسی جماعتوں کی سوچ کے درمیان ضروری لنک ہوتا ہے"۔زیادہ تر سیاسی جماعتیں جب حکومت میں ہوتی ہے وہ پہلے سے طے شدہ پالیسی ڈھانچے پرعمل کرتی ہیں اور وہ بامعنی طریقے سے نئی سمت میں پالیسی مرتب کرنے کی اہل نہیں ہوتیں۔

تھنک ٹینک پارلیمنٹ کے اندر موجود قانون سازوں کی ان کے دیگر ساتھیوں اور پارٹی سے باہر کے لیڈروں کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔اس طرح تھنک ٹینک کے کام کو پارٹی کی سوچ کے ساتھ ساتھ دیگر پارلیمانی جماعتوں کی سوچ سے ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے ۔

مزید یہ کہ ایک تھنک ٹینک اپنی رپورٹ یاتحقیقات کوپیش کرنے کے لیے سالانہ سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کراسکتا ہے جو کہ پارٹی کے اندر کسی پالیسی پر بحث کوجنم دینے اور پارٹی رہنماوں اور کارکنوں کو یکجا کر کے اتفاق رائے پیدا کرنے کا موثر ذریعہ ہوسکتے ہیں۔اس سے پارٹی کے اندر اختلاف رائے کوحل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

دنیا کی مستحکم جمہوریتوں میں سیاسی تھنک ٹینکس کی بہترین مثالیں

دنیا کی مختلف مستحکم جمہوریتوں میں سیاسی تھنک ٹینک کے حجم،ڈھانچے ،کرداراوراقسام کومدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد وسیم نے مختلف ممالک کے تھنک ٹینک کی بہترین مثالیں پیش کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ پالیسی کے تجزیئے اور تحقیق سے متعلق تخلیقی اور جدید طریقہ کار کو اپنانا۔اس کے جائزے کے عمل سے پالیسی تجاویز کا معیار بہتر بنایا جائے۔
2۔ دانشوروں کا میڈیا خصوصا سوشل میڈیا کے ذریعے عوام،میڈیا اور پالیسی سازوں سے رابطہ۔
3۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہرین کوبھرتی کرنا اور کسی فرد کی کارکردگی کو سراہنے کے لیے انعام سے نوازنا اورتھنک ٹینک کے اندر ترقی کے مواقع فراہم کرنا تاکہ ممبران کی حوصلہ افزائی ہوسکے۔
4۔ تھنک ٹینک کی پالیسی تحقیق کو ملک کے سیاسی اور بیورکریسی کے ایجنڈے سے ہم آہنگ کرنا تاکہ اس کی موجودہ سیاست سے عملی مماثلت ہو۔
5۔ عوامی پالیسی کے مختلف پہلووں پرمخصوص تحقیقاتی ٹیم تیار کرنا اوراگرفنڈز موجود ہوں تو ہرٹیم کا الگ سربراہ مقرر کرنا۔
6۔ پالیسی تحقیق اور تجزیہ کی اشاعت اور بھرپور تقسیم تاکہ اس سے سیاسی جماعتوں اور پارلیمنٹ میں بحث ومباحثہ بڑھے۔
7۔ شفافیت کو برقرار رکھنے کے لیے فنڈز اور اخراجات کے آڈٹ کے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھا جائے۔

تھنک ٹینک پاکستان کی سیاسی جماعتوں کی کیسے مدد کریں گے

پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں تھنک ٹینک کے قیام سے کئی اہم مقاصد حاصل ہوں گے۔

1۔ پارٹی رہنماوں کی تعلیم،ادارہ جاتی سوچ وبچار کا رجحان پیدا کر کے سیاسی مذاکرات کوفروغ دیا جائے جس سے اہم امور پر

سمجھ بڑھے گی۔

2۔ عوام میں سیاسی جماعتوں کے اعتبار میں اضافہ، چونکہ عوامی پالیسی کی تیاری کو زیادہ سنجیدگی سے لیا جائے گا تو عوام کو محسوس ہوگا کہ سیاسی جماعتیں ان کے مسائل پر توجہ دے رہی ہیں۔

3۔ جماعت کے اندر جمہوریت کو فروغ، پارٹی رہنماوں، کارکنوں، ماہرین اور دانشوروں اور ووٹروں کے درمیان مشاورت کے عمل کے ذریعے سیاسی جماعت کے اندر جمہوریت کو فروغ ملے گا۔

4۔ سیاسی جماعتوں کے درمیان مختلف امور پر آئیڈیاز کی جنگ کے باعث ان کی کارکردگی بڑھے گی اور باہمی تعلقات بہتر ہوں گے جس سے سیاسی تنہائی میں کمی ہوگی۔ سیاست ذاتیات کے بجائے پالیسیوں پر مبنی ہوگی جس سے وقت کے ساتھ پاکستان کا جمہوری سیاسی کلچر مضبوط ہوگا۔

5۔ غلط، سوچ سے عاری، ذاتی وہموں یا ردعمل پر مبنی فیصلوں میں کمی ہوگی جس سے قومی مفادات کو نقصان پہنچنے کا احتمال کم ہوگا۔

6۔ مختلف سطح پر پارٹی عہدے داروں، امیدواروں، اراکین پارلیمنٹ اور عوامی عہدے رکھنے والوں کے استعداد کار میں اضافہ ہوگا۔

سیاسی جماعتوں کو فنڈز کی فراہمی میں ریاست کا کردار

قومی اسمبلی اور سینیٹ میں نمائندگی رکھنے والے سیاسی جماعتوں کے تھنک ٹینک کو ریاست کی جانب سے فنڈز فراہم کیے جانے چاہیں تا کہ وہ آزادانہ طریقے سے کام کرسکیں۔ ایسی مالی مدد قانونی طور پر مرتب کیے گئے فارمولے کے تحت فراہم کی جاسکتی ہے جس کی بنیاد حاصل کردہ ووٹوں کے تناسب اور سیاسی جماعتوں کی پارلیمنٹ میں نشستوں کو بنایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ جرمنی (جہاں تمام بڑی جماعتوں کو وفاق فنڈز فراہم کرتا ہے) میں ہوتا ہے یا برطانیہ جہاں اپوزیشن جماعتوں کو پارلیمانی فرائض کی انجام دہی کے لیے فنڈز فراہم کیے جاتے ہیں جنہیں Short Money کہا جاتا ہے یا ترکی کی طرح جہاں ریاست تمام جماعتوں کو براہ راست فنڈز فراہم کرتی ہے۔

حکومت کی طرف سے فراہم کیے جانے والے یہ فنڈز واضح طریقہ کار کے تحت تقسیم کیے جانے چاہیں۔ ان فنڈز کی آڈٹ سالانہ آڈیٹر جنرل پاکستان کے دفتر کی طرف سے خصوصی ٹیم کو کرنا چاہیے اور آڈٹ رپورٹ کا عوام میں اجراء اور پارلیمنٹ میں پیش کیا جانا چاہیے۔

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

ہیڈ آفس: نمبر 7، 9th ایونیو، F-8/1 اسلام آباد، پاکستان

لاہور آفس: 45-اے سیکٹر 20 سیکنڈ فلور فیز III کمرشل ایریا، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، لاہور

ٹیلیفون: 111-123-345 (+92-51) فیکس: 226-3078 (+92-51)

E-mail: info@pildt.org; Web: www.pildat.org